

جناب عرفان صدیقی

متحدہ مجلس عمل..... ایک نیا مرحلہ شوق

متحدہ مجلس عمل کی حکمت عملی، تدبیر و دانش کے مختلف مراحل سے گزرتی، ہوئے ہوئے زمینی حقیقیوں کے شعور سے فیض یاب ہوتی اور بدلتے موسمی تقاضوں سے آگاہی حاصل کرتی، بلوغت کے ایک نئے مرحلہ شوق میں داخل ہو گئی ہے، اور اس نے وانا میں حکومتی اہداف و مقاصد سے عمومی اتفاق کر لیا ہے، مجلس کے عمائدین زبان و بیان کا ہنر آزمائیں گے لیکن خلاصہ مضمون اسی قدر ہے کہ اب ایم ایم اے بھی نہ صرف وانا میں جنگ آزمائش کا حصہ بن گئی ہے بلکہ اس نے اپنا وزن خارج بٹش کے کمر سیڈ کے پلڑے میں بھی ڈال دیا ہے۔

ستمبر 2001ء سے اکتوبر 2002ء تک کا عرصہ مجلس عمل کی حکمت عملی کا مرحلہ اول تھا، سال بھر پر محیط اس عرصے میں مجلس نے امریکہ کو شیطان کبیر سے تشبیہ دی اور لغت میں موجود ساری زہرناک گالیاں خارج ڈبلیو بٹش کی جھولی میں ڈال دیں۔ اس مرحلے میں مجلس نے عوامی احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک طوفان سا اٹھائے رکھا، انتخابات کا ناقوس بجے ہی اس کے لبو میں بجلیاں سی بھر گئیں۔ تب طالبان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے سادون بھادوں کی جھڑپیاں برسنے لگیں انکے چہرے اور ڈاڑھیاں تر ہر ہو جاتیں، جوں جوں انتخابات نزدیک آتے گئے انکے نالوں کی لے تیز تر ہوتی گئی اور انکے آنسوؤں میں خون جگر کی سرخی جھلکنے لگی، انکے انتخابی جلسے ”شام غریباں“ کا رنگ اختیار کر گئے۔ انہوں نے بھاری پگڑیوں، گھنی داڑھیوں اور لمبی عباؤں کے ایسے ایسے نوے پڑھے پتھروں کا جگر موم ہو گیا، عوام نے ان کی انتخابی ہم کو جہاد سمجھتے ہوئے سب کچھ ان کی نذر کر دیا، عورتوں نے اپنے زیورات اتر پھینکے، ان کی تقریریں مجاہدانہ اذانوں کا روپ دھار گئیں، اور ان کے لہجے کی گھن گرج سے وائٹ ہاؤس کے درود یوارلرز نے لگے انہوں نے اپنے انتخابی نشان کو اللہ کی کتاب قرار دیا اور قرآن مجید ہاتھوں میں اٹھا کر اعلان کیا ”اے پاکستان کے لوگو! ہمیں اقتدار نہیں چاہیے، ہم تو اللہ اور اس کے رسول کے سپاہی ہیں، ہمیں اتنا اختیار دو کہ ہم ایوانوں میں جا کر آواز حق بلند کر سکیں، تم نے ہمارا ساتھ دیا تو پاکستان کے کسی ہوائی اڈے پر کوئی امریکی موجود نہیں رہیگا، سرزمین پاک ایف بی آئی کے اہلکاروں سے پاک کردی جائیگی ریفرنڈم، ایل ایف او، یکطرفہ آئینی ترامیم، سب کچھ دریا برد کر دیا جائیگا۔“ غریب و سادہ عوام نے مجلس عمل کو اپنے جذبوں کا ترجمان سمجھتے ہوئے، اسے دوٹوں سے مالا مال کر دیا، صوبہ سرحد میں اس کی حکومت بن گئی، بلوچستان میں وہ نصف حکومت کی حقدار ٹھہری، مرکز میں

اسے حزب اختلاف کی قیادت کا منصب ملا اور پارلیمنٹ میں اسکی خاصی بڑی تعداد کو نمائندگی حاصل ہوگئی۔

پہلا مرحلہ فاتحانہ انداز میں سر کرنے کے بعد مجلس عمل اکتوبر ۲۰۰۲ء کے بعد حکمت عملی کے دوسرے مرحلے میں داخل ہوگئی، یہ مرحلہ دسمبر ۲۰۰۳ء یعنی آئین کی سترہویں ترمیم کی منظوری تک جاری رہا اس مرحلے میں مجلس عمل نے اپنے ووٹرز سے کئے گئے ان وعدوں کی تکمیل کے لئے انقلابی اقدامات کئے جنہیں وہ بڑا تواتر کے ساتھ اپنے انتخابی جلسوں میں دہراتی رہی تھی، مثلاً عوام سے کہا گیا تھا کہ ریفرنڈم تسلیم نہیں کریں گے، لیکن کر لیا گیا، عوام سے کہا گیا تھا کہ ہم کسی صورت پرویز مشرف کو صدر نہیں مانیں گے لیکن مان لیا گیا۔ عوام سے کہا گیا کہ ایل ایف او کو آئین کا حصہ نہیں بننے دیں گے لیکن اسے آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔ عوام سے کہا گیا تھا کہ جمہوری پارلیمانی نظام کو کسی صورت صداریت نظام میں نہیں بدلنے دیں گے، لیکن مجلس نے ایسا کرنے میں بھرپور تعاون کیا، سترہویں ترمیم دوسرے مرحلہ میں شوق کی تکمیل کے طور پر سامنے آئی جو دراصل ایل ایف او زدہ آئین میں برائے نام لیپا پوتی تھی، عملاً یہ ہوا کہ مجلس عمل نے وہ سب کچھ مان لیا جس کا حکومت تقاضا کر رہی تھی، جنرل مشرف کے ٹیک اور سے لیکر سترہویں ترمیم تک ان کے سینکڑوں قوانین، ضابطوں، آرڈینینسوں اور فرامین کو سید جواز دے دی گئی، ان کے لئے وردی سمیت صدر رہنے کی آئینی گنجائش پیدا کر دی گئی، لہذا وہ آج بھی وردی پوش صدر ہیں اور ایم ایم اے کے فیضان سے ترمیم کیا جائے والا آئین انہیں اس کی اجازت دے رہا ہے، اس مرحلے میں مجلس عمل، جداگانہ انتخابات کا برسوں پرانا موقف بھی بھول گئی اور مخلوط انتخابات کو آئینی تحفظ دے دیا۔

حکمت عملی کے دوسرے مرحلے میں مجلس عمل نے یہ خصوصی اہتمام بھی کیا کہ قبل از انتخابات کے وہ مسائل ابھرنے نہ پائیں جنہیں وہ انتخابی جلسوں کی شام ہائے غریباں میں ابھارتی رہی، اس نے چشم پوشی اور درگزر کی حکمت عملی اپنائی، ساتھ ساتھ وضاحتوں اور صفائیوں کی ایک مشق شروع کی گئی، یورپی یونین کے سفیروں کو اپنی روشن خیالی سے آگاہ کیا گیا۔ اعلیٰ ترین قیادت نے امریکہ اور برطانیہ کے دورے کئے وفاقی حکومت ان کی سری منظور کر لیتی تو وزیر اعلیٰ اکرم درانی بھی امریکہ کا دورہ فرما چکے ہوتے۔

سترہویں ترمیم کے بعد ۲۰۰۴ء سے مجلس عمل، حکمت عملی کے نئے مرحلہ شوق میں داخل ہو چکی ہے، اب اس کے پیش نظر ایجنڈے کے ان نکات کی تکمیل کا مشن ہے جن کا تعلق امریکہ کی مفاہی، بش کی رعونت، جہاد کے خلاف حکومتی مہم، مجاہدین کی خلاف رویئے اور امریکہ نواز پالیسیوں سے تھا، اہم ایٹوز پر خاموشی کے طویل وقفے کے بعد مجلس عمل نے بھرپور کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ وہ زمینی حقیقتوں کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے کے بعد ”وانا آپریشن“ کے حوالے سے حکومت کے شانہ بشانہ آکھڑی ہوئی ہے۔ وزیر اعظم ہاؤس میں چار گھنٹوں کی اعلیٰ سطحی بریفنگ نے عمائدین مجلس کے سارے شکوک و شبہات رفع کر دیئے ہیں اور اس نرس کار کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہہ دیا ہے

کہ رجسٹریشن ضروری ہے انہوں نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ ماضی کے بیانات کے سامنے رکھتے ہوئے بریفنگ دینے والوں سے پوچھیں کہ یہ مجاہدین ہیں یا دہشت گرد؟ مجلس عمل نے قوم کو یہ بھی نہیں بتایا کہ ”رجسٹریشن“ کے بعد ان کے محفوظ و مامون ہو جانے کی ضمانت کون دے گا؟ اعتماد کے اس رشتے کو کون جوڑے گا جو حکومت کے ہر آن بدلتے رویے کے باعث بری طرح مجروح ہو چکا ہے؟ مجلس عمل نے اس پر بھی غور ضروری نہیں سمجھا کہ معاہدہ شکن کیوں ناکام ہو گیا؟ مجلس عمل نے یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وانا پر لشکر کشی کے حقیقی محرکات کیا ہیں؟

جارج بش کو مبارک ہو کہ دہشتگردی کی خلاف اسکے کروسیڈ کو جاننا زوں کا ایک تازہ دم جھٹل گیا ہے اس جتنے نے اس کے سب سے بڑے اتحادی یعنی حکومت پاکستان کیساتھ عہد کیا ہے کہ وہ ”دہشتگردی“ کی خلاف اسکی مہم کا بھرپور ساتھ دیگا۔ اب وانا کی گھاٹیوں میں بیٹھے، مگر نگر سے آئے ”غیر ملکی دہشتگرد“ تیرکھا کر کمین گاہ کی طرف دیکھیں گے تو انکی اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو جائیگی۔ ادب و احترام کے تقاضے مجروح نہ ہوں تو مجلس عمل کے عمائدین سے کہوں کہ اگر انہیں نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا اتنا بڑا کفارہ ادا کرنا تھا تو بصد شوق اس میں شریک ہو جاتے اور پھر ایسی جلدی بھی کیا تھی نیک محمد کی قبر کے پھول تو مرجھانے دیتے!

بقیہ صفحہ نمبر ۲۸ سے

بچوں کے ساتھ تعارض نہیں کریں گے کسی سرسبز درخت کو نہ کاٹیں گے، نہ کسی کی فصل دکھت کو تخت و تاراج کریں گے۔ لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ ۱۱ ستمبر کے بعد دہشت گردی کے نام پر تمام انسانی اقدار و روایات پس پشت ڈال دیئے۔ افسوس جس دہشت گردی کے نام پر جو یہ سب کچھ روا رکھا جا رہا ہے اس کا آج تک کسی فورم پر فیصلہ نہ ہو سکا کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اور دہشت گردی کی تعریف کیا ہے؟ تو یہ ہے مغربی میڈیا کا اثر کہ اس نے پوری دنیا کو گھٹاؤنی شکل میں پیش کیا ہے، حالانکہ جب ایک جاسوس صحافی عورت کو دواں پر پکڑا گیا تھا اور بعد میں اسے رہا کرتے ہوئے طورخم بارڈر پر چھوڑ دیا گیا تو اس نے ایک انگریزی میڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ظالمو تم طالبان کو دہشت گرد قرار دے رہے ہو وہ تو میرے بھائی تھے انہوں نے مجھے بہن، بیٹی اور ماں کا درجہ دے رکھا تھا اسی سے متاثر ہو کر بعد میں اس نے اسلام قبول کیا۔ میرے دورہ برطانیہ کے دوران اس نے اخبار میں بیان دیا تھا کہ شکر ہے کہ میں طالبان کے جیل میں قید تھی اور عراق کے ابوغریب جیل میں نہ تھی یہاں پر بڑے بڑے دانشور اور علماء کرام حضرات بیٹھے ہیں میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا ہوں کہ مولانا صاحب کی کتاب پر تبصرہ اور اظہار خیال کر سکوں۔